ابوہندہ محمد عبداللہ معمار

شاہ جی کی باتیں - شاہ جی کی ادائیں

بستی قصاباں ملتان میں ایک دینی درسگاہ تھی۔ میرا بچپن تھا اور اس درسگاہ میں آنا جانا تھا۔ میرے والد مرحوم مستری امیر بخش ایک ایرانی عالم مولانا عبدالواحد شاہ صاحب سے بیعت تھے۔ جو محلہ کوٹلہ تولیخاں کی مسجد قریشیاں والی میں کبھی کبھی ایران سے تشریف لایا کرتے تھے۔ میں نے دو مرتبہ ان کی زیارت کی۔ والد مرحوم راج مستری تھے۔ صبح کی نماز مسجد عید گاہ میں باجماعت ادا کرتے اور حضرت مفتی محمد شفیع ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا درس قرآن مجید سن کر اپنے کام پر جاتے۔ یہ میرے گھر کا مذہبی ماحول تھا۔

حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری کی پہلی تقریر میں نے عام خاص باغ ملتان میں یوم شہداء بالاکوٹ کے جلسہ میں سنی یہ ۱۹۵۰ء کی بات ہوگی۔ اس جلسہ میں مولانا بہاؤالحق قاسمی بھی تشریف لائے تھے۔ میرے والد محترم بھی میرے ساتھ جلسہ میں موجود تھے۔ حضرت شاہ جی کی یہ تقریر خطابت کا شاہکار تھی۔

دوسری مرتبہ ۱۹۶۱ء میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے جنازہ میں دیکھا ان کی چارپائی گھر سے باہر آئی تو آپ گلی کی نکڑ تک کندھا دے کر ساتھ آئے تھے۔ اس وقت آپ کا نورانی چہرہ دیکھ کر آپ سے تعلق جوڑنے کی دل میں زبردست خواہش پیدا ہوئی تھی۔ جنازہ میں بے پناہ ہجوم کی وجہ سے میں کندھا تو نہ دے سکا مگر چارپائی کے نیچے سمٹ گیا اور ایمرسن کالج گراؤنڈ تک اسی طرح ساتھ چلتا رہا۔ جنازہ کیلئے چارپائی رکھی تو میں پاؤں کی طرف بیٹھ گیا اور حضرت امیر شریعت کے پاؤں چوم لئے۔ اس وقت ایک بزرگ تشریف لائے جو غالباً حضرت ابوذر بخاری کے سسر حضرت مولانا محمد شریف صاحب تھے۔ شاہ جی نے کفن کھولا اور اپنے عظیم باپ کا چہرہ انہیں دکھایا تب میں نے بھی زیارت کی۔ حضرت شاہ جی نے نمازِ جنازہ کی امامت فرمائی اور حوصلے کے ساتھ اپنے اباجی کو اللہ کے سپرد کر دیا۔

تقریباً بیس روز بعد شاہ جی سے میری پہلی ملاقات ان کے گھر پر ہوئی۔ پھر یہ تعلق محبت و عقیدت میں بدل گیا جوان کی موت کے بعد بھی قائم ہے۔ ان کی بے لوث محبت و خلوص، علم و تقویٰ اور اخلاقِ عالیہ نے مجھے ہمیشہ کیلئے انکا گرویدہ بنا دیا۔

مجھے یاد ہے جب ۱۹۶۲ء میں انہوں نے دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت لوہاری گیٹ کے سامنے ایک بڑے میدان میں درسِ قرآن مجید کا آغاز کیا تو اس کا افتتاح حضرت مفتی محمود رحمہ اللہ نے کیا تھا۔ ہر جمعہ کو بعد از نماز جمعہ تا عصر اسی میدان "کپ گازراں" میں آپ باقاعدہ درس قرآن مجید دیتے۔ میں بھی اس درس میں باقاعدہ شریک ہوتا۔ انہی دنوں آپ نے یوم حسین رضی اللہ عنہ کی مناسبت سے جلسہ رکھا۔ تو رافضیوں کے ماحول میں زلزلہ آ گیا۔ ضلعی حکام نے پہلے تو قلعہ کہنہ قاسم باغ میں جلسہ کی اجازت دے دی مگر پھر رافضیوں کے شدید دباؤ میں آ کر پابندی لگا دی۔ حاجی محمد سرفراز مقامی جج تھے اور ذہناً خاکسار تحریک سے وابستہ تھے ان کی عدالت میں اجازت کی درخواست دی تو انہوں نے مسجد پونگراں والی گھنٹہ گھر میں جلسہ کرنے کی اجازت دے دی۔ حضرت شاہ جی نے اس جلسہ میں زندگی

کی طویل ترین تقریر کی جو نو گھنٹے جاری رہی اور فجر کی اذانیں شروع ہو گئیں۔ حضرت شاہ جی نے فرمایا تھا۔

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امت کی مشترکہ متاع ہیں۔ دیو بندی، بریلوی اور اہل حدیث مسلک کے مولویو! میں اپنی ٹوپی تمہارے پاؤں پر رکھنے کو طیار ہوں تم صحابہ کی عزت و ناموس کے تحفظ کی قدر مشترک پر اکٹھے ہو جاؤ۔ اس مقصد کیلئے اپنا سب کچھ قربان کر دو اللہ کے ہاں یقیناً مقبول ہو گی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پوری امت مسلمہ کے متفقہ اسلاف ہیں اور جو قوم اپنے اسلاف کو بھلا دے وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مٹ جایا کرتی ہے۔ اگر آپ نے آج تحفظ ناموس و منصب صحابہ کا فرض ادا نہ کیا تو یاد رکھو، مسجدوں، مقبروں، مکانوں، دکانوں اور بازاروں سے پکڑ کر تمہاری داڑھیاں نوچی جائیں گی اور تمہیں قتل کیا جائے گا"۔

چنانچہ آج پینتیس سال بعد ہم دیکھ رہے ہیں کہ پاکستان میں مذہب و مسلک کی بنیاد پر علماء کو قتل کیا جا رہا ہے اور اس صورت حال کے سامنے ہم سب بے بس ہیں۔ کسی بھی شخص کی زندگی محفوظ نہیں۔

ملتان کے ایک شیعہ ذاکر مشتاق حسین نقوی نے ایک مرتبہ حضرت شاہ جی کو خط لکھا کہ آپ تمام صحابہ کے دن منائیں، چندہ ہم دیں گے۔ لیکن "یوم معاویہ" منانا چھوڑ دیں"۔

حضرت شاہ جی یوم معاویہ کیسے چھوڑ سکتے تھے۔ اکثر فرماتے کہ

"معاویہ رضی اللہ عنہ جماعت صحابہ کا دروازہ ہیں۔ معاویہ مظلوم ترین صحابی ہیں۔ دشمن کو اسی دروازے پر روک لو اور آگے نہ بڑھنے دو۔ رافضی کڑوا گھونٹ پی کر ابو بکر عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کا نام تو تقیہ کر کے برداشت کر لیں گے مگر معاویہ کا نام کبھی برداشت نہیں کریں گے۔ میں موت قبول کر لونگا مگر عظیم صحابی رسول سیدنا معاویہ سلام اللہ علیہ کا ذکر خیر کبھی ترک نہیں کروں گا"

لاہور میں ایک اور ذاکر اظہر حسن زیدی نے ملتان کے یوم حسین میں شاہ جی کی تاریخی تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ...... "مؤمنو! ابو معاویہ ابوذر بخاری نے یوم حسین منا کر تمہاری صدیوں پر محیط محنت و [illegible] کو برباد کر دیا ہے اس شخص سے غافل نہ رہنا"۔

ان کا ہر خطاب روحانی و الہامی ہوتا تھا۔ لیکن ایک تقریر ان کی دیرینہ خواہش، مشن اور مقصد کی تکمیل تھی۔ ملتان کے گیلانی خاندان کے چشم و چراغ سید آصف علی گیلانی حضرت شاہ جی کے عقیدت مند تھے۔ انہوں نے اپنی تقریب نکاح پر شاہ جی کو مدعو کیا اور نکاح پڑھانے کے ساتھ ساتھ اس مناسبت سے خطاب کی بھی درخواست کی۔ شاہ جی حسب وعدہ مسجد نیم والی محلہ گیلانیاں پاک گیٹ پہنچ گئے اور نماز عصر وہیں ادا فرمائی۔ یہاں خانقاہ غنی شاہ کے ساتھ عاشق حسین شاہ گیلانی کا ڈیرہ تھا۔ جہاں تقریب نکاح منعقد ہوئی اور حضرت شاہ جی کا خطاب ہوا۔ اس تقریب میں جو لوگ شریک ہوئے اس سے شاہ جی کے خطاب کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اہم شرکاء یہ تھے، سید یوسف رضا گیلانی، غلام نبی شاہ، مظہر حسین شاہ، غضنفر شاہ، سید وجاہت حسین گیلانی، سید خاور علی شاہ، سید فخر امام، ان کے بھائی سید فیصل امام اور دیگر شیعہ سادات کرام موجود تھے۔ حضرت شاہ جی نے فرمایا......

"یہ میری خوش نصیبی ہے کہ آج سادات کرام سے خطاب کا موقع ملا ہے۔ نکاح کے حوالہ سے ہی چند باتیں کہوں گا۔ اسلام کے قانون نکاح میں ہر مسلمان کو چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔ لیکن داشتہ رکھنے کی اجازت نہیں۔ یہ زنا کہلائے گا۔ جو شخص چار عورتوں کے تمام حقوق پورے کر سکتا ہے۔ وہ چار نکاح کر لے۔ لیکن اگر کوئی ایک کا

حق بھی پورا نہ کر سکے تو دوسری رکھ کر اس کی حق تلفی کے گناہ میں مبتلا نہ ہو۔

عام طور پر بعض لوگوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ فلاں حضرت صاحب، فلاں پیر صاحب بہت "پہنچی ہوئی سرکار ہیں"۔ پیر صاحب فرماتے ہیں کہ "مجھے تو شادی کی خواہش ہی نہیں ہے"

میں کہتا ہوں اس حضرت اور پیر سے بڑا کوئی کذاب نہیں ہے اور اس سے بڑا کوئی دھوکے باز نہیں ہے۔ جنسی تسکین انسان کی فطرت میں شامل ہے۔ اللہ کے پیغمبروں نے نکاح کیا حالانکہ وہ معصوم بھی تھے۔ اسلئے کوئی انسان اس فطری جبلت سے انکار نہیں کر سکتا۔ پیغمبر علیہ اسلام نے فرمایا کہ جس شخص پر شہوانیت کا غلبہ ہو جائے تو وہ وسائل مہیا کر کے نکاح کرے اور اگر وسائل میسر نہ ہوں تو روزے رکھے۔ اس سے اس جذبہ میں اعتدال پیدا ہو گا۔

شاہ جی نے مزید فرمایا کہ:

دنیا میں صرف دو نبیوں کی مثال منفرد ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا ان کے ساتھ خاص معاملہ اور اپنی قدرت کا اظہار ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بن باپ کے پیدا کیا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی دعا قبول کرتے ہوئے جنسی جبلت سے نجات دے دی۔ ان دونوں نبیوں نے شادی نہیں کی۔ باقی تمام انبیاء نے نکاح کئے۔

شاہ جی نے فرمایا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں ہیں۔ زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ سلام اللہ علیہم ان کے نکاح کے وقت ۱۳۲ تولے چاندی حق مہر مقرر ہوا۔ اور دیگر ازواج مطہرات کا مہر بھی یہی ہے۔ اس سے کم بھی اگر کوئی دے تو فقہا نے درست قرار دیا ہے لیکن یہ مہر مسنون ہے۔ افسوس کہ آج ہمارے مولوی صاحبان کو نکاح پڑھانے کی فیس تو یاد ہے مگر سنت رسول علیہ السلام یاد نہیں۔ نکاح خواں جاہل مولویوں نے مشہور کر دیا کہ ۳۲ روپے مہر فاطمی ہے حالانکہ یہ ۳۲ روپے اس وقت ۱۳۲ تولے چاندی کی قیمت تھی۔ اصل مہر ۱۳۲ تولے چاندی ہے اس کی آج جو بھی قیمت بنے وہ مہر مسنون کہلائے گا۔ اور یاد رکھو یہ حق مہر عورت کی قیمت نہیں۔ اس کی عزت و اکرام ہے اور اس کیلئے ہدیہ ہے اگر آپ سادات کرام میں سے کوئی دولت مند زیادہ مہر دینا چاہے تو اسکی مثال بھی موجود ہے۔ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا کہ آپ حضرت ابو سفیان سلام اللہ علیہ اور سیدہ ہند کی بیٹی اور سیدنا معاویہ سلام اللہ علیہ کی ہمشیر سیدہ ام حبیبہ رملہ سے نکاح کر لیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام حبیبہ رملہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا جو انہوں نے قبول فرما لیا اور ام المؤمنین کے درجہ پر فائز ہو گئیں۔ تب شاہ حبشہ نجاشی نے آپ علیہ السلام کا وکیل بن کر خطبۂ نکاح پڑھا اور ۱۰۱ تولے سونا حق مہر اپنی طرف سے ادا کیا۔ جسے نبی علیہ السلام نے قبول فرمایا۔

سادات کرام غور فرمائیں، ابو سفیان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر ہیں۔ سیدہ ہند ساس ہیں اور سیدنا معاویہ سالے ہیں اور سیدہ ام حبیبہ رملہ امت کی ماں ہیں۔ آپ میں سے کوئی پسند فرمائے تو ایک سو ایک تولے سونا بطور حق مہر ادا کر کے اس سنت پر عمل کر کے نبی علیہ السلام کی روح مبارک کو خوش کر سکتا ہے۔"

حضرت شاہ جی رحمہ اللہ نے اس تقریب میں اور بھی بہت کچھ فرمایا مگر تقریر کا مرکز و محور درج بالا مضمون ہی تھا۔ میں اس موقع پر غلام نبی میراں شاہ، وجاہت حسین گیلانی اور یوسف رضا گیلانی کے ساتھ ہی بیٹھا ہوا تھا۔ غلام نبی میراں شاہ نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا......

"واہ سید واہ، جیسا باپ ویسا بیٹا۔ آج حق ادا کر دیا" وجاہت حسین حضرت شاہ جی کے چہرے کو مبہوت ہو کر دیکھ رہا تھا اور آنکھ نہ جھپکتی تھی۔ یوسف رضا اور خاور شاہ حیران و ششدر تھے کہ اس شخص نے ہمارے ہی گھر میں بیٹھ کر کس خوبصورتی اور برق رفتاری سے ہمارے مسلک کی بنیادیں ہلا دی ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے سید آصف علی شاہ گیلانی کو بیٹا عطاء کیا تو اس کا نام حضرت شاہ جی کے مشورہ سے محمد معاویہ رکھا۔ سید آصف گیلانی اس خاندان کے پہلے فرد ہیں جنھوں نے حضرت شاہ جی کو اپنے ہاں مدعو کیا اور "محمد معاویہ" نام کا بچہ اس پورے خاندان کا پہلا بچہ ہے۔ وما توفیقی الا باللہ

میں کافی عرصہ حضرت کے ساتھ رہا۔ آپکی عادات و کردار اور مزاج سے زیادہ واقف ہوں۔ آپ مزاج شناس طبعیت کے مالک تھے آپ عالم باعامل، دانشور، محقق اور حق گو عالم تھے۔ آپکی ہر تقریر میں ایک روحانی عکس معلوم ہوتا تھا۔ اکثر یہ دیکھا گیا۔ آپ اپنی فصاحت و بلاغت سے ہمیں نوازتے۔ میں اکثر گھر کی چیزیں، ضروریات زندگی، احباب کے آنے پر بیکری سے سامان وغیرہ لے آتا۔ کوئی چیز آپکے فرمانے پر لے آتا تو اسی وقت پیسے ادا، کر دیتے۔ میں اگر کہتا شاہ جی کوئی بات نہیں دس بیس روپے ہی تو ہیں! آپ رکھیں۔ تو مجھے سختی سے روک دیا، بھائی اگر میرے ساتھ رہنا ہے تو یہ نہ کرنا۔ جب میں کوئی چیز منگاؤں اسکے جتنے پیسے ہوں مانگ کر لے لینا اب آج نہ لوگے، کل نہ لوگے تو پرسوں خود نہ آؤ گئے۔ ۳۵ سال میں پھر کوئی ایسا دن نہیں آیا کے حضرت نے کوئی چیز منگائی اور پیسے نہ دیئے ہوں ایسے بہت کم لوگ علماء میں دیکھے۔

میں قسم اٹھا کر کہ سکتا ہوں کہ مجھے انہوں نے ماں باپ کی طرح پالا اور تربیت کی۔ میری کم ہمتی کہ میں وہ نہ بن سکا جیسا بننا چاہیئے تھا۔ اکثر مجھے اپنے ساتھ کھانا کھلاتے یہ روزانہ کا معمول تھا میں اپنے کام سے فارغ ہو کر عصر کے وقت ان کے ہاں پہنچ جاتا اور عشاء ہو جاتی۔ ایک دفعہ مجھے فرمایا نماز سے فارغ ہو کر جانا نہیں، میں نماز مغرب پڑھ کر آہستہ سے نکل جاتا۔ وہ نوافل میں مصروف ہوتے ایک دن نماز سے پہلے ہی فرما دیا اس لیئے فرار کی کوئی صورت نہ تھی نماز سے فارغ ہو کر گھر گئے اور اماں جی رحمتہ اللہ علیہا کے مبارک ہاتھوں سے پکا ہوا کھانا اٹھا لائے۔ دستر خوان بچھایا تو کھانے میں شوربا اور مکھن تھا، فرمایا لو مستری کھاؤ، آج اماں جی نے خصوصی طور پر کہا ہے یہ حافظ جی مکھن کی ایک ٹکیہ تمہارے لئے اور ایک بیٹے کیلئے ہے۔ حضرت شاہ جی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دفعہ سنایا کہ اباجی رحمتہ اللہ علیہ اندر تشریف لے گئے اور پکار کر پوچھا بڑھیا کہاں ہو؟ دیکھو تو سہی باہر رحمت پروردگار آئی ہوئی ہے۔ تو اماں جی نے جواب دیا جی، یہاں ہوں۔ پھر بتایا کہ میرے دروازے پر دیکھو کیسے کیسے علماء کرام آئے ہیں، تقریباً دو سو ہیں۔ یہ رحمت پروردگار ہے۔ اماں جی نے از راہ تفنن فرمایا ذرا چولہے کے پاس بیٹھو، رحمت سمجھ آ جائے گی۔ شاہ جی کی روایت ہے کہ اماں جی ہمیشہ کھانا باوضو پکاتی تھیں۔ کئی مرتبہ یہ بھی دیکھا کہ میں گھر سے چلا تو دل میں یہ خیال آیا آج حضرت کے پاس جا کر کباب ملائی فالودہ کھائیں گے میں بیٹھک میں داخل ہوتا تو شاہ جی فرماتے جاؤ مستری کباب، ملائی لے آؤ۔ جب کسی سے اللہ کیلئے محبت ہو جائے تو دلوں کی کیفیت بھی بدل جاتی ہے۔

رمضان المبارک میں اکثر اوقات افطاری حضرت شاہ جی کے ہاں ہوتی۔ آٹھ دس آدمی یومیہ ہوتے کبھی کبھی ہم بھی سخاوت کرتے پانچ روپے کے پکوڑے، سموسے کھجور، لے آتے افطاری ہوتی تو شربت کی ماشاء اللہ ایک بڑی بالٹی بنتی۔ میں نے ایک دن عرض کی حضرت شربت ایک آدھی بوتل ہے کل کےلئے شربت نہیں ہے۔

آپ سن کر خاموش ہو گئے۔ دوسرے دن افطاری کے قریب یاد دہانی کرائی تو آپ نے چند لمحے خاموش رہ شاہ محمد کو آواز دی۔ اتنے میں دفتر کا دروازہ کھٹکا دیکھا تو ایک آدمی دو درجن بوتل شربت روح افزا لے کر آیا اور کہا یہ حکیم روح محمد صاحب نے ہدیہ بھیجا ہے۔ وہ شخص دو تین کھجور کے دانے لے کر واپس چلا گیا۔ ہم نے افطاری کی، نماز پڑھی، نماز مغرب کے بعد دعا کی تو حضرت شاہ جی بہت روئے۔ دعا کے بعد فارغ ہو کر فرمایا مستری، اللہ بے نیاز ہے، ہم صبر کا دامن چھوڑ دیتے ہیں وہ بڑا رحیم و کریم ہے۔ دیکھا وہ اپنے بندوں کی کیسے مدد فرماتے ہیں۔

۴۔ میرا ان کا معاملہ یہ چلتا تھا کہ میں ان کی ضرورت کی کوئی چیز خرید لاتا خود خرچ کر دیتا اگر زائد پیسے خرچ ہوتے تو بعد میں ادا فرما دیتے۔ ایک دفعہ میں نے حضرت سے کچھ پیسے لینے تھے، مجھے کوئی اشد ضرورت پیش آ گئی۔ میں نے عرض کر دی حضرت کچھ پیسے چاہئیں۔ اتنے عنایت فرما دیں۔ باقی پھر دے دینا۔ کچھ خاموشی اختیار کر کے گھر سے کپڑے کا سلا ہوا بٹوا تھا منگایا اور جتنے پیسے تھے اس سے بھی کچھ زائد دے دیئے۔ میں نے عرض کی حضرت آپ ناراض ہو گئے؟ میں نے تو اپنی ضرورت کا اظہار کیا تھا یہ زائد پیسے کس چیز کے؟ فرمایا: صبر کرتے، آپ نے صبر نہ کیا اب جتنے ہیں لے لیں میں ناراض نہیں ہوں۔

ایک شخص کراچی سے آیا اور جلسہ کےلئے تاریخ لے گیا۔ اسنے کچھ رقم منی آرڈر کر دی اور سلام دعا کے بعد لکھا حضرت یہ آمد و رفت کا ہوائی جہاز کا کرایہ ہے آپ فلاں تاریخ کو آئیں۔ حضرت نے مجھے رقم دے کر رقعہ لکھا ''میں حسب وعدہ آ جاؤں گا کرایہ واپس ہے۔ یہ کس بات کے؟ یہ نہ میرے والد محترم نے کیا نہ ہمارے علماء حق نے کیا نہ میں نے آج تک کیا؟ پیشگی لینا ناجائز ہے، تقریر کے کرایہ کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔

سیٹھ ابوبکر کراچی والے نے دس ہزار روپے بھیجے اور مد نہ لکھی کہ یہ رقم کہاں خرچ کرنی ہے۔ آپ نے بذریعہ ڈاک ان سے پوچھا؟ تیسری مرتبہ اس نے جواب لکھا حضرت یہ زکوٰہ ہے اور آپکی ذات کیلئے آپ نے جواباً ایک طویل خط لکھا اور تمام سادات کرام کی شاخیں لکھ دیں کہ ان پر زکوٰہ ناجائز ہے لہذا رقم واپس ہے۔

۷۔ علماء کرام کا بہت احترام کرتے تھے حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمتہ اللہ علیہ، مولانا خان محمد مدظلہ، مولانا عبید اللہ انور، مولانا قاری محمد طیب، مولانا خیر محمد، مولانا محمد شریف کشمیری، مولانا زکریا، مولانا سید محمد یوسف بنوری، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا محمد عبداللہ بہلوی، مولانا محمد عبداللہ (ساہیوال)، مفتی محمد عبداللہ ملتانی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا شمس الحق افغانی اور مولانا احمد علی لاہوری رحمتہ اللہ علیہم اکثر اوقات ان کے ساتھ ملاقات میں مجھے ملاقات کا شرف ہوا۔ مجھے یاد ہے حضرت سے میں نے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ حضرت آپ مجھے بیعت فرمائیں تو شاہ جی نے مجھے مولانا محمد عبداللہ درخواستی کے پاس بھیجا اور فرمایا ان سے بیعت ہو جائیں۔ خانپور کے جلسہ میں آپ نے ایک جملہ حضرت درخواستی رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ میرے دل میں حضرت درخواستی کے بیٹے سے بھی زیادہ احترام اور محبت ہو۔ میں اپنی ڈاڑھی اس اجتماع میں ان کے پاؤں پر مسلنا اپنی نجات کا سبب سمجھتا ہوں تب مولانا عبدالشکور دین پوری رحمتہ اللہ علیہ دھاڑیں مار کر رونے لگ گئے۔

حضرت مولانا عبید اللہ انور رحمتہ اللہ علیہ سے ایک دفعہ لاہور میں ملاقات ہوئی میں اور کچھ دیگر احباب بھی ساتھ تھے مولانا عبید اللہ انور نے مصافحہ کیا اور کمرہ کی طرف اشارہ فرمایا، حضرت چلیں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔ مسجد کے ساتھ ملحقہ چار قدم پر کمرہ تھا جس میں حضرت لاہوری رحمتہ اللہ علیہ ذکر کرایا کرتے تھے۔ شاہ جی اور ہم کمرہ میں بیٹھ گئے

تھوڑی دیر بعد چائے بسکٹ آ گئے، دستر خوان لگ گیا۔ حضرت عبیداللہ انور اتنے میں زینہ سے کمرہ کی طرف اترے اور حضرت شاہ جی کھڑے ہو گئے مولانا نے فرمایا، حضرت شاہ جی آپ تشریف رکھئے۔ شاہ جی مصافحہ و معانقہ کے بعد فرمایا جیسے آپ آج آئے ہیں، میں بھی اسی طرح آیا تھا اور حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہوئے تو میں نے یہی کہا تھا جیسا آپنے فرمایا۔ انہوں نے فرمایا "بیٹا میں اصل میں آپ کیلئے نہیں آپ کے والد ماجد امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے کھڑا ہوتا ہوں" شاہ جی نے فرمایا میں پتھر جیسا انسان کب کسی کیلئے کھڑا ہو سکتا ہوں میں بھی آپ کے لئے نہیں آپکے والد ماجد کی وجہ سے کھڑا ہوتا ہوں۔

پھر اسی شام حاجی احمد دین کے ہاں دعوت کا پروگرام بنا انکی گاڑی آئی اور لے گئی۔ پہلے حضرت شاہ جی اور بندہ پہنچے بعد میں حضرت مولانا عبید اللہ انور تشریف لائے۔ حسب عادت جیب سے ٹافیاں نکال کر ملنے والے کو ایک ایک دیتے۔ میں نے مصافحہ کیا تو مجھے بھی ایک ٹافی دے دی۔ میں نے کہا حضرت میں ایک نہیں دو لوں گا۔ حضرت شاہ جی کی وجہ سے میری آپ سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ آپ نے جیب میں ہاتھ ڈال کر جتنی تھیں سب مجھے عنایت فرما دیں۔ پھر کھانے کے بعد کچھ دیر علماء حق کا تذکرہ ہوتا رہا حضرت عبید اللہ انور رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شیشی جیب سے نکال کر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دی اور فرمایا حضرت یہ رسول اکرم ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کے اندر کی مٹی ہے۔ آپ سے زیادہ کون ہے جسکو یہ عظیم تحفہ دیا جائے، قبول فرمائیں۔ آپ نے لے کر ایک شعر پڑھا جس کا ایک مصرعہ تھا...... تیرے در کی مٹی میری آنکھوں کا سرمہ

اور پھر فرمایا میں نے مدت پہلے ایک نظم اس عنوان سے لکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپکے ہاتھوں یہ نعمت عطاء فرما دی۔ پھر وہ پوری نظم اس مبارک محفل میں سنا کر سب کو مسحور کیا پھر سرمہ بنایا، دو ماہ لگ گئے، وہ ایک دیوانہ عبدالغفور ہوتا تھا، وہ کھرل کرتا تھا۔ پھر اس میں وہ مٹی ڈالی۔ ایک عجیب سی اس میں خوشبو تھی۔ اس فقیر کو بھی عنایت فرمایا۔

ایک ان کی زوجہ محترمہ کے رشتہ میں غالباً نانا (سید سعید الحسن شاہ صاحب) تھے۔ ان کے پاس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک تھا وہ ربیع اول کی ۱۲ تاریخ کو اس کی زیارت کراتے تھے۔ میں نے ایک دن حضرت شاہ جی سے عرض کی حضرت آپ کبھی موئے مبارک کی زیارت کیلئے لے چلیں؟ تو حضرت نے فرمایا ان کا ایک ضابطہ ہے، وہ ربیع الاول میں زیارت کراتے ہیں۔ میں نے عرض کیا حضرت آپ ان سے کہیں تو سہی۔ چنانچہ ان کے گھر جا کر نماز جمعہ کے بعد کا پروگرام بنا۔ آپ نے غسل فرمایا، وہی سرمہ لگا کر جامع مسجد معاویہ میں خطبۂ جمعہ دے کر گھر آئے پھر اور ساتھی بھی شامل ہو گئے۔ عصر کے وقت وہاں پہنچے۔ نماز عصر پڑھی اور حضرت شاہ صاحب وہ صندوقچی اٹھا کر سر پر رکھ کر لے آئے درود شریف پڑھ کر اس کو دیکھا تو اسکی چمک دیکھ کر فقیر کو یوں محسوس ہوا جیسے ابھی ریش مبارک سے جدا ہوا ہو۔ وہ معطر موم پر لگا ہوا تھا۔ ایک شیشہ بھی تھا کہ کمزور نگاہ والا اس سے دیکھ سکے۔

ایک دفعہ حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کیلئے جامعہ خیر المدارس تشریف لے گئے۔ عصر کی نماز پڑھی، دار الحدیث میں حضرت تشریف فرما تھے۔ حضرت شاہ جی، ملک عبدالغفور انوری مرحوم اور یہ فقیر ساتھ تھا۔ وہاں ان سے ملاقات ہوئی اس موقع پر تین اخباری نمائندے آ گئے اور حضرت قاری محمد طیب صاحب سے ایک عجیب سا سوال کیا۔ پوچھا حضرت آپ یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ بانئ پاکستان محمد علی جناح اور مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ میں کیا فرق تھا۔ حضرت قاری محمد طیب صاحب نے فرمایا بھائی میں کوئی سیاسی آدمی نہیں ہوں۔

میں تو اپنے اکابر کی یاد تازہ کرنے کیلئے آجاتا ہوں۔ میں ایک مذہبی آدمی ہوں میرا اس سوال سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اخباری نمائندہ نے کہا پھر بھی آپ اپنا ذاتی اظہار فرمائیں تو آپ نے فرمایا اچھا بھائی اگر تم لوگ مجبور کرتے ہو تو میرا یقین یہ ہے ابوالکلام رحمتہ اللہ علیہ اور محمد علی جناح میں یہ فرق ہے کہ ایک پتھر تھا جو قوم نے ہیرہ سمجھ کر اٹھا لیا اور ایک ہیرہ تھا مگر قوم نے پتھر سمجھ کر پھینک دیا۔ اور کچھ پوچھنا پسند فرمائیں گے؟ وہ خاموش ہو کر واپس چلے گئے۔ حضرت شاہ جی رحمتہ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے فرمایا حضرت مرحبا آج آپ نے لاج رکھ لی، حق ادا کر دیا، حضرت قاری صاحب نے فرمایا شاہ صاحب کیسا حق اور کیسی لاج، اللہ کی قسم صدیوں تک یہ لوگ اب پیدا نہ ہونگے۔"

حضرت مولانا سید شمس الحق افغانی سے ایک دفعہ ملاقات ہوئی وہ لاہور دفتر مجلس احرار اسلام میں تشریف لائے۔ اکابر کا تذکرہ کرتے رہے۔ چائے نوش فرمائی اور جب جانے لگے تو فرمایا حضرت مدینہ منورہ میں ایک اللہ کے بندے نے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ۴۰ سال کی محنت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مبارک سے لے کر وفات تک ۴۰ جلدوں میں ایک مبارک کتاب لکھی اور آخر میں لکھا اے اللہ یہ حقیر محنت قبول فرما میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ لکھنے سے قاصر ہوں" اور پھر فرمایا ایک اللہ کے بندے نے اسکا مطالعہ کیا اور خوب پایا انہوں نے یہ بات کنایہ میں کہی کی حضرت شاہ جی اٹھے اور مولانا شمس الحق کا ماتھا چوما اور معانقہ مصافحہ بھی کیا اور فرمایا وہ اللہ کا بندہ الحمدللہ مولانا شمس الحق افغانی ہے۔

ایک دفعہ کسی جگہ دعوت سے آرہے تھے، مدرسہ قاسم العلوم کے پاس جب ٹانگہ پہنچا تو اس فقیر نے عرض کیا حضرت مولانا خان محمد مدظلہ سنا ہے آج کل بیمار ہیں اور یہاں سرگانہ ہاؤس میں تشریف فرما ہیں۔ زندگی کا پتہ نہیں ملاقات ہو جائے؟ تو وہاں سے سیدھے سرگانہ ہاؤس آ گئے۔ مولانا ایک کمرہ میں چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ جب سامنے ہوئے تو اٹھ کر ننگے پاؤں آ گئے۔ حضرت شاہ جی کے اصرار کے باوجود کمرہ کے دروازے کے باہر مصافحہ معانقہ کیا پھر اندر ساتھ لے گئے۔ خیر و عافیت دریافت کی۔ حضرت ان دنوں کافی کمزور تھے۔ حضرتؒ شاہ جی چارپائی کے ساتھ بیٹھ گئے کچھ دیر بیٹھ کے بعد حضرت گھر آنے کی درخواست کی۔ جو آپ نے قبول فرمائی۔ دوسرے دن عصر کے بعد حضرت تشریف لائے۔ بیٹھک کے فرش دھو کر دریاں بچھا کر چارپائی پر بسترہ موسم کے مطابق اور تکیہ رکھ دیا گیا۔ چائے کا تکلف انتظام کیا۔ حضرت مولانا خان محمد مدظلہ کو چارپائی پر بٹھایا خود نیچے بیٹھ گئے۔ میری جہالت، میں نے دل میں سوچا ہمارے حضرت سید بھی ہیں اور وقت کے محقق دانشور عالم فاضل اور خطیب ہیں یہ نیچے بیٹھ گئے ہیں اور حضرت کو چارپائی پر بیٹھا دیا ہے در اصل یہ شاہ جی کا حسن اخلاق اور خانقاہ سراجیہ کے اکابر کی نسبت کا احترام تھا جو میں اس وقت نہ سمجھ سکا۔ اب سمجھ آرہا ہے۔ کافی دیر حضرت کےلئے صحت کی دعا بھی ہوئی اکابر کی یاد میں تذکرے ہوتے رہے۔ یہ بڑی نورانی محفل تھی۔

ایک دفعہ مولانا حامد علی خان رحمتہ اللہ علیہ مع اپنے احباب کے ساتھ تشریف لائے۔ الیکشن ۱۹۷۰ء کا زمانہ تھا۔ انہوں نے حضرت شاہ جی سے کہا کہ حضرت آنے کا مقصد ظاہر ہے۔ الیکشن ہے اور آپ کے تعاون کی ضرورت ہے۔ شاہ جی نے پوچھا حضرت کل آپکا گلگشت کالونی میں خطاب تھا شیعہ حضرات کے متعلق آپکا کیا خیال ہے؟ مولانا حامد علی خان نے فرمایا حضرت انہوں نے تعاون کا یقین تو دلایا ہے۔ فرمایا حضرت جنہوں نے امام اول خلیفۂ بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق سلام اللہ علیہ کو آج تک معاف نہیں کیا، آپ ان پر کیسے یقین کرتے ہیں اور فرمایا

حضرت آپ نے ایسے تکلیف کی ہم تو آپکے خادم ہیں اور آپکو کافی عرصہ سے جانتے ہیں آپ نے دورۂ حدیث حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمتہ اللہ علیہ سے پڑھا ہے ہم تو اس نسبت سے بھی آپکا احترام کرتے ہیں۔ حضرت مولانا حامد علی خان مسکراتے رہے۔ اور بہت ہی خوش ہو کر واپس لوٹے۔ شاہ جی نے اپنے احباب کو ہدایت کی کہ مولانا کے ساتھ بھر پور تعاون کریں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

شاہ جی سے میرا تعلق تو ۱۹۶۲ء سے ہو چکا تھا اللہ کے فضل و کرم سے اس تعلق میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ دورانِ درسِ قرآن، ''مسجد معاویہ'' کی تعمیر کی تجویز سامنے آئی۔ میری والدہ ماجدہ کی بڑی خواہش تھی کہ ایک مسجد بنائی جائے تو ہم نے ایک کنال ۸ مرلہ جگہ عثمان آباد کالونی میں لی یہ محلہ پہلے ''گنج شہیداں'' کے نام سے مشہور تھا تو ہم سب بھائیوں نے ۵ مرلہ جگہ وقف کی اور حضرت شاہ جی سے مسجد کے نام کے بارے میں اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا بھائی اگر مجھ سے پوچھتے ہو تو میرے نزدیک تو ''مسجد معاویہ'' ہے۔ اتفاقاً دو تین دن پہلے ایک ناواقف آدمی سے گفتگو ہوئی۔ اس نے بطور طنز کہا کہ ساری دنیا میں اس وقت کسی شہر، گلی، مسجد، مدرسہ یا کسی انسان کا نام ''معاویہ'' ہے؟ حضرت شاہ جی کو بڑی چوٹ لگی تھی میں بھی موجود تھا۔ اس پس منظر میں میں نے مسجد معاویہ کی تعمیر کا فیصلہ کر لیا۔ شاہ جی نے ایک کارکن عبدالغفور بھٹی کو کہا کہ جا کر جگہ دیکھ آؤ اور اس بندہ کی تصدیق کرو۔ میں نے سن لیا۔ عبدالغفور جگہ دیکھنے گئے اور واپس آ کر شاہ جی کی تسلی کرا دی۔ اب جمعتہ المبارکؒ کے دن میں نے حضرت کو بعد نماز مغرب دعوت پر مدعو کیا اور عرض کیا آپ جگہ بھی دیکھ لیں۔ اگلے جمعہ کو مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے گئے، آپ کے ہمراہ مولانا غلام قادر (مرحوم) خطیب مسجد پونگراں، رشید مرحوم اور بھائی عبدالغفور تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ شاہ جی میرے گھر تشریف لائے تھے۔ میری والدہ ماجدہ کو کھانے پکانے کا بڑا سلیقہ تھا۔ ۵۰ سال بچوں کو قرآن پڑھایا نماز روزہ کی پابند نیک سیرت تھیں اور ہاتھوں میں بڑی برکت تھی۔ شاہ جی کی پسند کے مطابق کھانا پکایا اور شاہ جی نے سیر ہو کر کھایا غالباً تیسرے دن عصر کے بعد میں حاضر ہوا تو حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمتہ اللہ علیہ آئے ہوئے تھے شفقت فرمائی اور مجھے بھی ساتھ بٹھا لیا۔ حضرت قاضی احسان احمد کو آپ سے بے پناہ محبت تھی۔ خود لقمہ توڑ کر حضرت شاہ جی کے منہ میں دیتے اور اصرار فرماتے کہ میں ایسے ہی کروں گا۔ وہاں حضرت شاہ جی نے قاضی صاحب سے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا یہ میرا ساتھی ہے۔ اس وقت میرا نام محمد نواز تھا، حضرت نے بدل کر محمد عبداللہ رکھا۔ آپ نے جمعتہ المبارک ۶ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ ۱۹۶۴ء کو مسجد معاویہ کا سنگ بنیاد رکھا اور ۶ اینٹیں اپنے دست مبارک سے نصب کیں اور فرمایا یہ خلفاء اسلام کے نام پر چھ اینٹیں رکھتا ہوں اس موقع پر حضرت شاہ جی، یہ بندہ فقیر، ملک عبدالغفور انوری مرحوم، چودھری محمد یعقوب، محترم غلام محمد مرحوم، بابا رشید اور عبدالغفور موجود تھے۔ پھر اکثر خطبہ جمعتہ المبارک آپ زندگی بھر وہاں دیتے رہے۔

ابھی ابتدا تھی، نئی آبادی ہو رہی تھی۔ ایک شخص پٹواری غلام حسین سنی تھا اور بڑا شہر پسند وڈیرہ بننے کا شوقین تھا۔ اس نے اور میں نے اس آبادی میں سب سے پہلے مکان بنایا۔ اس نے مجھے کہا میرا خیال ہے کہ اس جگہ نئی آبادی ہو رہی ہے اسکا کوئی نام رکھنا چاہیئے۔ میں نے سن کر ٹال دیا۔ حضرت سے تبادلہ خیال ہوا۔ آپ نے فرمایا اگر ہمت ہے تو ''معاویہ نگر'' رکھو جوش تھا ہوش کی پرواہ نہ کی۔ بغیر سوچے بورڈ لکھوا کر اپنی بیٹھک پر لگا دیا۔ طوفان برپا ہو گیا۔ ''مسجد معاویہ'' محلہ معاویہ...... غلام حسین پٹواری چاہتا تھا اس جگہ کا نام ''حسین آباد'' ہو۔ وہ سخت

مخالفت پر سامنے آ گیا۔ نتیجتاً محرم کی ۲ تاریخ کو پولیس کو ایک درخواست دی گئی۔ انتظامیہ حرکت میں آ گئی، بورڈ زبردستی میری غیر موجودگی میں اتار کر میرے انتظار کیلئے پولیس بیٹھ گئی۔ میں حسب عادت کام سے فارغ ہو کر آیا تو معلوم ہوا تمہارا انتظار ہے اور پولیس بیٹھی ہے ہم تین آدمی تھے میں اور میرا چھوٹا بھائی عبدالکریم اور چچا حاجی غلام محمد۔ دوسری طرف تمام محلہ اور شیعہ لوگ بھی شامل ہو گئے تقریباً ۴۰ آدمی تھے ایس ایچ او نے کہا میں بھی سنی ہوں، محرم کے دن ہیں۔ محرم کے بعد تمام محلے والے اکٹھے ہو کر کوئی نام اتفاق سے رکھ لیں۔ میں نے ان سے پوچھا جناب والا آپ نے قانون کی خلاف ورزی کی ہے۔ آپ نے یہ بورڈ بغیر اطلاع نوٹس کیوں اتار دیا ہے۔ وہ اپنی عادت کے مطابق دھمکی دینے لگا، "تم ہمیں قانون سکھانے والے کون ہو، چل آگے لگ" ہم سب چل پڑے اب راستے میں کچھ آدمی مجھے کہنے لگے کوئی فائدہ نہیں، چھوڑو بیٹھ کر بعد میں کوئی نام رکھ لیں گے۔ میں نہ مانتا تھا۔ تھانے جا کر تھانیدار نے بڑی کوشش کی۔ میں نے کہا دوسرے فریق غلام حسین کو پکڑو، چالان کرو۔ ۴ دن حوالات میں رکھ کر صلح نامہ پر مجبور کر دیا۔ ایک درخواست لکھی جس پر سب سے دستخط کرائے۔ میں نے اپنے دستخط اسی طرح کر دیئے ابو ہندہ محمد عبداللہ، ناظم مسجد معاویہ، محلہ معاویہ بوسن روڈ ملتان شہر۔ تھوڑی سی تھانیدار نے پھوں پھاں کی، خاموش ہو گیا ہم گھر آ گئے۔ اب آبادی بھی ہو چکی تھی، ایک دن الحاج محمد یعقوب صاحب کی کوٹھی پر محلے کے لوگ جمع تھے۔ لوگوں نے اپنی اپنی پسند کا اظہار کیا ایک صاحب نے اسلام آباد کہا۔ میں نے کھڑے ہو کر کہا یہ تو پاکستان کا دارالخلافہ ہے۔ رسول پورہ، حسین آباد، عثمان آباد، تو اکثریت نے عثمان آباد پسند کر لیا۔ لیکن اجلاس میں طے ہوا کہ مسجد معاویہ، کوچہ معاویہ ہمارا نام ہوگا اور اس پر کسی کو اعتراض نہ ہوگا یہ طے ہو گیا۔

ایک دفعہ ایک شخص شاہ جی کے پاس آیا اس نے آپ کو سو روپے ہدیہ دیا۔ آپ نے لے کر چارپائی پر رکھ دیا پھر اس نے کہا حضرت آپکا اور مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کا کیا اختلاف ہے؟ شاہ جی نے فرمایا "میں ان سے یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ اپنے تمام مسلک کے ساتھیوں کو ملا کر چلیں اور جتنا کام ہو سکے کریں۔ یہ ولی خان، اکبر بگٹی، بزنجو...... ان سے مل کر آپکی تمام قوت کا فائدہ ان کو ہو گا ہمیں نہ ہو گا، یہی اصولی اختلاف ہے" اتنے میں اس شخص نے کہا حضرت میں نے مفتی صاحب سے آپکے متعلق پوچھا ہے، وہ فرماتے ہیں "وہ بڑا ضدی، متکبر، سخت مزاج ہے اس کے ساتھ دنیا کا کوئی انسان نہیں چل سکتا" اتنے میں عزیز الرحمن سنجرانی سے چائے بنانے کیلئے فرمایا، چائے بننے تک اس کو اور باتوں میں لگا دیا۔ چائے پلائی اور سو روپے اٹھا کر اسکو واپس دیئے اور فرمایا "عزیز! مفتی صاحب کو میں اچھی طرح جانتا ہوں، وہ میرے متعلق ایسی بات کبھی نہیں کہہ سکتے۔ ان باتوں سے ان کا دامن صاف ہے آپ تشریف لے جائیں شکریہ۔

حضرت شاہ جی صبر کا پہاڑ تھے ان کے مکان کا مسئلہ تھا جس کیلئے بہت پریشان تھے اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص کرم فرمایا حکیم فارانی، حکیم انور علی شاہ صاحب اور ایک میں تھا ہم تینوں کے ساتھ بیٹھ حضرت شاہ جی نے مکان کا سودا کیا جو ۹۰ ہزار میں طے ہوا یہ مکان قیام پاکستان کے بعد حضرت امیر شریعت نے کرایہ پر لیا تھا۔ شاہ جی غریب آدمی تھے اتنی رقم ان کے پاس کہاں؟ چنانچہ ایک رفیق سے قرض حسنہ لے کر مکان خرید لیا۔ پھر مسلسل رقم جمع کرتے رہے اور ایک روز اپنے رفیق کو بلا کر یہ رقم حوالے کر دی اس نے لینے سے انکار کیا اور کہا شاہ جی میں نے دیتے وقت ہدیہ کی نیت کر لی تھی۔ اس لئے میں یہ رقم نہیں لوں گا حضرت شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے

لیتے وقت قرض حسنہ لیا تھا۔ اس کی واپسی فرض ہے۔ چنانچہ رقم واپس کر دی گئی۔

حضرت شاہ جی کو قرآن پاک پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ دس پندرہ پارے اکثر بیشتر معمول تھا۔ رمضان المبارک کی رات دو مرتبہ اس فقیر کو بھی سننے کا موقع ملا۔ ویسے آپ اکثر اوقات نماز میں ایک کاغذ پر پانچ نمازوں کی ترتیب سے منزل پڑھتے تھے اور خانوں میں لکھتے تھے۔ آج اتنی منزل اس نماز میں پڑھی اور میری ڈیوٹی ہوتی تھی پندرہ بیس روز کے بعد انکا میزان کر دیتا تھا جب آخری دنوں بیماری کی وجہ سے لکھنے میں دقت ہوتی تو میرے پوچھنے پر فرماتے جو سمجھ میں آئے اس سے کم کر کے میزان کر لیں۔ ایک دفعہ میزان کا تخمینہ دیکھ کر پوچھا بھولتے تو نہیں؟ میں نے کہا نہیں یہ ساری تفصیل موجود ہے اور درست ہے۔ اتنی منزل الحمدللہ ہو چکی ہے۔ بہت خوش ہوئے۔ وفات سے ۲۰ دن یا ۲۴ دن پہلے میں نے پوچھا حضرت منزل کا کیا حال ہے؟ اب تو آپ لکھ نہیں سکتے۔ رو پڑے اور آہستہ آواز میں فرمایا آج ۲۴واں پارہ ختم ہوا ہے۔

جب آپ زیادہ بیمار تھے اور نشتر ہسپتال میں تھے۔ میں ۴ بجے تقریباً یومیہ حاضر ہوتا۔ ایک دن پہنچا تو فرمایا جلدی وضو بناؤ نماز عصر اوّل وقت میں پڑھ لیں۔ پھر ساتھی آ جاتے ہیں۔ میں نے بیسن پر جلدی جلدی وضو کیا اور آپ مجھے دیکھتے رہے۔ میں فارغ ہو کر آیا تو بہت سخت ناراض ہوئے کہ "تمہیں اتنا عرصہ میرے ساتھ گزر گیا۔ میرا اتنا قریبی ساتھی ہو کر ایسا وضو بنایا۔ اتنا شعور بھی نہیں آیا۔ افسوس ہے تم پر!" میں نے دیکھا ایک تو حضرت بیمار دوسرے اتنے سخت ناراض میں جلدی سے بیسن کی طرف لپکا اور پھر آرام سے فرائض سنن مستحبات کا خیال کرتے ہوئے وضو بنایا پھر آپ نے نماز پڑھی اور نماز سے فارغ ہو کر میں آپ کی طرف چہرہ کر کے بیٹھ گیا۔ دعا سے فارغ ہو کر میرے ماتھے کو چوما اور فرمایا بھائی مستری ناراض نہ ہونا، جب تعلق ہو جائے تو پھر انسان کو بڑی ٹھیس پہنچتی ہے۔ میں نے تمہیں سخت انداز میں کچھ باتیں کہہ دیں صاف کہہ دیتا بھائی ناراض نہ ہونا میں نے کہا حضرت یہ تو آپ نے میری اصلاح کیلئے کیا۔ آپکو حق تھا، آپ روحانی باپ ہیں بلکہ میں آپکا شکر گزار ہوں آپ نے اپنا حق سمجھ کر اس نالائق کی اصلاح فرمائی۔ آپ اگر جوتی اٹھا کر ماریں تو آپ میرے باپ بھی ہیں، قائد بھی ہیں، استاد اور محسن بھی آپ سے زیادہ حق کس کو ہے؟

وفات سے چند روز قبل میں نے پوچھا حضرت کوئی نصیحت فرمائیں؟ رو کر فرمانے لگے "دیکھو جو کچھ میں نے عقیدہ بیان کیا اس پر سختی سے قائم رہنا اور اپنی اولادوں کو اسکا پابند کرنا۔ جتنا ہو سکے اسکو ہر وقت ہر رنگ میں بیان کرتے رہنا۔ تم ہماری آن بھی ہو شان، عزت بھی ہو اور گواہ رہنا میں نے سب کو خدا کیلئے معاف کر دیا ہے۔" اللہ تعالیٰ حضرت سید ابوذر بخاری کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے (آمین)